سبق: 4

آن لائن اکیڈمی

(سورۃ یوسف، آیت 30 تا 35)

وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾

اور شہر میں عورتوں نے باتیں کیں کہ عزیزِ مصر کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے، اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے، بے شک ہم یقیناً اسے واضح غلطی پر دیکھ رہی ہیں ﴿30﴾

آیت 30 ﴿وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ . . .﴾: یہ معاملہ پورے شہر میں پھیلنے لگا اور جگہ جگہ باتیں ہونے لگیں۔ مرد بھی غلطی کرتے ہیں اور لوگوں میں بیٹھ کر غیبتیں کرتے ہیں لیکن عورتیں عام طور پر گھروں اور خاندانوں میں ان باتوں کو بہت زیادہ پھیلاتی ہیں اور طبعی طور پر ان میں یہ چیز زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی لیے خواتین کی مناسبت سے یہ بات کی ہے کہ شہر کی عورتوں نے چرچا شروع کر دیا کہ ''امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ'' عزیزِ مصر کی بیوی کا اتنا اونچا مقام ہے لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے ایک غلام پر فریفتہ ہو چکی ہے۔ اسے بہلاتی پھسلاتی اور گناہ کی دعوت دیتی ہے۔ عورتیں کہنے لگیں: ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا﴾ وہ اتنا مجبور اس لیے ہو گئی ہے کہ اس کے دل میں اپنے غلام کی محبت گھر کر چکی ہے۔

﴿اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾: ''بے شک ہم یقیناً اسے واضح غلطی پر دیکھ رہی ہیں۔'' وہ اپنے مقام و مرتبہ کے خلاف کام کر رہی ہے۔ ہم اسے کسی صورت صحیح نہیں سمجھتیں، یعنی یہ نہیں ہے کہ انھیں اس گناہ سے نفرت تھی بلکہ وہ کہہ رہی تھیں

فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَيۡهِنَّ وَ اَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَـاً وَّ اٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ‌ ۚ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَ قَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ وَ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

پھر جب عزیز کی بیوی نے ان کی مکّارانہ باتیں سنیں تو ان کو بلا بھیجا اور ان کے لیے تکیے لگا کر ایک مجلس تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف (علیہ السلام) سے کہا کہ ان کے سامنے آجاؤ، پس جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو انھیں بڑا سمجھا اور انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہنے لگیں اللہ کی پناہ! یہ کوئی انسان نہیں، بے شک یہ تو نہایت معزز فرشتہ ہے ﴿31﴾

کہ درحقیقت اس عورت کا سٹیٹس اور حیثیت یہ نہیں ہے۔ جب سوچ غلط ہو جائے اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے تو پھر یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس دور میں یہ باتیں عام تھیں، یہی وجہ ہے کہ مصر کی عورتیں برائی سے نفرت نہیں کر رہیں بلکہ ان کے نزدیک غلط بات صرف یہ تھی کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کے ساتھ تعلق کے لیے اتنی بے بس اور مجبور کیوں ہوگئی ہے۔ یقینی طور پر وہ بہت بڑی غلطی کی مرتکب ہو رہی ہے۔

آیت 31 ﴿ فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَيۡهِنَّ: عزیزِ مصر کی بیوی کے پاس جب یہ خبریں پہنچیں کہ شہر میں اس کے بارے میں یہ باتیں ہو رہی ہیں کہ اونچے خاندان کی عورت ہونے کے باوجود اس کا معیار یہ ہے کہ وہ ایک غلام کے پیچھے پڑ گئی ہے تو اس نے چند خاص عورتوں کو بلا بھیجا۔ ان عورتوں کی باتوں کو یہاں مکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس حوالے سے متعدد معانی کیے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پروپیگنڈا بھی مکر ہوتا ہے۔ جب آپ کسی کے خلاف اس کی عزت اچھالنے کے لیے باتیں کرتے ہیں تو یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور اسے مکر سے ہی تعبیر کیا گیا ہے۔

وَ اَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَـاً . . . : اس نے ان عورتوں کے لیے ایسی شان دار جگہ تیار کی جہاں تکیے لگے ہوئے تھے، جیسا کہ طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ [دیکھیے تفسیر الطبري: ۱۳/ ۱۲۳] گویا بہت خوبصورت ضیافت کا بندوبست کیا گیا تھا۔ فرمایا: ﴿ وَاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا ﴾ اس نے دعوت میں شریک ہر عورت کو ایک چھری پکڑا دی اور ایسے پھل بھی ان کے سامنے رکھ دیے جو چھری سے ہی کاٹے جا سکتے تھے۔ جب دعوت کا آغاز ہو چکا، مجلس اپنے زوروں پر تھی اور پھل کاٹے جا رہے تھے تو وہ یوسف علیہ السلام سے کہنے لگی: ﴿ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ ﴾ ''ان کے سامنے آجاؤ۔'' ﴿ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ ﴾ جب ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے حسن اور خوب صورت انداز کو دیکھا تو انھیں ایک غیر معمولی چیز تصور کیا۔ اس معاشرے میں مرد و زن کے اختلاط کو برا نہیں جانا جاتا تھا اور ان کا کلچر ہی ایسا

قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيۡ لُمۡتُنَّنِيۡ فِيۡهِ ؕ وَلَقَدۡ رَاوَدْتُّهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ فَاسۡتَعۡصَمَ ؕ وَلَئِنۡ لَّمۡ يَفۡعَلۡ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسۡجَنَنَّ وَلَيَكُوۡنًا مِّنَ الصّٰغِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾

کہنے لگی یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں اور یقیناً میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، مگر وہ بچ نکلا اور البتہ اگر اس نے وہ کچھ نہ کیا جس کا میں اسے کہتی ہوں تو یقیناً اسے قید کیا جائے گا اور یہ یقیناً ذلیل ہو جائے گا ﴿32﴾

تھا لیکن ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو سب سے مختلف پایا اور ان کے تصور میں جو نقشہ ہو سکتا تھا اس سے کہیں زیادہ بڑا محسوس کیا۔ ان کی یہ کیفیت اس وجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بڑے حسن و جمال سے نوازا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ)) [صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... : ۱۶۲] ''یقیناً انھیں حسن کا بڑا حصہ عطا کیا گیا تھا۔'' اور ایک روایت میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جنتی لوگ جب جنت میں داخل ہوں گے تو یوسف علیہ السلام کی صورت میں داخل ہوں گے۔ [دیکھیے سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ : ۲۵۱۲]

وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ ....: یوسف علیہ السلام کے حسن کا رعب ان پر ایسا چھایا کہ انھوں نے چھریوں سے پھل کاٹتے کاٹتے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ بعض مفسرین نے اس کا معنی یہی کیا ہے کہ وہ ایسی دم بخود اور حیرت زدہ ہوئیں کہ پھلوں کی طرف دیکھنے کی بجائے یوسف علیہ السلام ہی کو دیکھتی رہ گئیں۔ یعنی وہ انھیں دیکھنے میں ایسی مگن ہوئیں کہ ہاتھوں میں پکڑی ہوئی چھریاں ان کی اپنی انگلیوں پر ہی چل گئیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر ایک اور انداز میں کی ہے اور حافظ عبد السلام بھٹوی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے کہ ان عورتوں نے جان بوجھ کر مکاری کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، تاکہ یوسف علیہ السلام انھیں زخمی دیکھ کر ان کی طرف مائل ہوں لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یوسف (علیہ السلام) تو ہماری طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا تو اپنی شرمندگی اور ناکامی کو چھپانے کے لیے کہنے لگیں: ﴿حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا﴾ ''اللہ کی پناہ! یہ کوئی انسان نہیں ہے۔'' مردوں کو تو ہم دیکھتی ہیں اور جانتی ہیں لیکن یہ تو ہمیں انسان نہیں لگتا، ''اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ'' ''بے شک یہ تو نہایت معزز فرشتہ ہے۔''

آیت 32 ﴿قَالَتۡ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيۡ لُمۡتُنَّنِيۡ فِيۡهِ: جب عورتوں نے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے تو ان کی کیفیت دیکھنے کے بعد وہ کہنے لگی کہ تمھاری حالت یہ ہے کہ تم اس کی ایک جھلک دیکھ کر تاب نہیں لا سکیں اور تم نے چھریوں سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے ہیں۔ اب بتاؤ کیا تمھارا میرے خلاف اس طرح کی باتیں کرنا اور پروپیگنڈا کرنا بنتا ہے؟ اگر میں بے بس اور مجبور ہوئی ہوں تو اس کی وجہ تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔ بیشتر مفسرین نے اس کا معنی یہی کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ عزیز مصر کی بیوی نے اپنے طور پر اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ

(یوسف علیہ السلام نے) دعا کی اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید زیادہ پسند ہے اور

وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ . . . : میں نے تو ہر ممکن طریقے سے اسے بہلانے پھسلانے کی کوشش کی لیکن وہ میرے جال میں نہیں آیا۔ یعنی عزیز کی بیوی نے جب دیکھا کہ یہ ساری عورتیں بھی یوسف (علیہ السلام) کے حسن کی گرویدہ ہوگئی ہیں تو اس نے بھی اپنا دل کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ اللہ رب العالمین نے بھی اس موقع پر اس عورت کی زبان سے یہ بات نکلوادی کہ میں ہی اسے مائل کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن یہ ہمیشہ بچتا ہی رہا اور گناہ کے قریب تک نہیں آیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ کہنے لگی کہ میں پہلے کی طرح اب بھی اس پر ڈورے ڈالوں گی اور اسے گناہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گی لیکن "وَ لَىِٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ" اگر اس نے میری بات نہ مانی تو پھر میں دوسرا حربہ اختیار کروں گی اور "لَیُسْجَنَنَّ" اسے گرفتار کروا کے چھوڑوں گی۔ میرے پاس یہ قوت موجود ہے اور میں اسے قید کروا کے رہوں گی۔

وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ : "اور یہ یقیناً ذلیل ہو جائے گا۔" آج تو ہمارے گھر میں رہتے ہوئے یہ بڑا اونچا بنا ہوا ہے اور اسے اعلیٰ مجلسوں میں بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہے لیکن جب میں نے اسے رسوا کرنے کا فیصلہ کر لیا تو اس کا یہ سارا اعزاز و اکرام ختم ہو جائے گا اور اس کی ساری عزت، وقار اور اچھی شہرت جاتی رہے گی۔ عزیز کی بیوی نے دوسری عورتوں کے سامنے اپنے ارادے کا برملا اظہار کر دیا۔ عموماً گناہ اور بدکاری کے لیے جب ایک فریق تیار نہ ہو تو پھر ایسے ہی منصوبے بنائے جاتے ہیں کہ میں شور مچا دوں گی، رسوا کر دوں گی اور گرفتار کروا دوں گی۔ آج کے دور میں بھی ہم دیکھیں تو ایسے ہی طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ عورتیں ہمیشہ ان چیزوں سے فائدے اٹھاتی ہیں۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے بھی یہی کہا کہ میں اپنے خاوند سے کہہ کر اسے گرفتار کروا دوں گی اور اسے بتاؤں گی کہ یہ بہت بڑا مجرم شخص ہے۔ اس نے گھر میں رہ کر فلاں غلطی کی ہے اور فلاں جرم کیا ہے، جیسا کہ پیچھے ہم نے پڑھا ہے کہ اس عورت نے اپنے خاوند سے کہا یوسف نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اب بھی وہ عورت ایسے ہی مذموم ارادے کا اظہار کر رہی ہے کہ میں اس کے خلاف بڑا منصوبہ بناؤں گی اور اسے قید کروا کے اس کا عمدہ سٹیٹس اور اچھی شہرت ختم کروا دوں گی۔

آیت 33 ﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ : یوسف علیہ السلام کے لیے یہ بہت سخت امتحان اور آزمائش کا وقت تھا۔ ایک طرف عزیزِ مصر کی بیوی اور دوسری عورتیں معصیت پر ابھار رہی ہیں اور انھیں بہلانے پھسلانے کی تدبیریں کر رہی ہیں تو دوسری جانب قید و بند کی صعوبتیں ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے جب سنا کہ یہ عورت اپنا مقصد پورا نہ ہونے پر انھیں قید کروانے کے ارادے کا اظہار کر رہی ہے تو وہ رب تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! مجھے

اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ وَ اَکُنۡ مِّنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۳۳﴾

اگر تونے ان کا فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور میں نادان لوگوں میں سے ہوجاؤں گا ﴿33﴾

اس معصیت اور گناہ سے بچالے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنی تدبیر سے بچوں گا بلکہ اللہ رب العالمین سے دعا کی ہے کہ یا اللہ! یہ عورتیں مجھے جس گناہ کی دعوت دے رہی ہیں میں اس سے بچنا چاہتا ہوں۔ مجھے قید میں جانا پسند ہے لیکن اس معصیت اور گناہ میں مبتلا ہونا کسی صورت گوارا نہیں ہے۔ یہ اللہ کے مقرب بندوں کی نشانی ہے کہ وہ کبھی بھی معصیت اور نافرمانی کو ترجیح نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی خاص رحمت اور فضل سے نوازیں گے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات آدمی ایسے ہیں جنھیں اللہ رب العالمین اپنے سائے میں جگہ دیں گے جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (ان میں سے ایک وہ ہوگا) جسے کسی اثر ورسوخ اور حسن و جمال والی عورت نے اپنی طرف بلایا اور برائی کی دعوت دی لیکن اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔“ [صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد...: ٦٦٠]

وَ اِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَہُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ ....: یوسف علیہ السلام انسان ہونے کے ناطے رب تعالیٰ کے سامنے اپنی کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اگر تونے مجھے ان عورتوں کے مکر سے نہ بچایا تو میں کہیں کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھوں، میں ان کے دام فریب میں نہ آجاؤں اور ان کی طرف مائل نہ ہوجاؤں۔ میری دعا تیری بارگاہ میں ہے۔ میں صرف تیری مدد اور توفیق سے ہی بچ سکتا ہوں۔ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ شہر کی عورتوں کا مسئلہ صرف یہی نہیں تھا کہ وہ عزیز مصر کی بیوی کے سٹیٹس اور اس کی حیثیت پر بات کر رہی تھیں بلکہ یوسف علیہ السلام کے حسن کا سن کر ان کے اپنے دل بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس لیے وہ کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی تو ناکام ہوگئی اب ہم اسے اپنی طرف مائل کر کے دکھاتی ہیں۔ ہمارے پاس بھی مردوں کو پھانسنے کے بڑے طریقے ہیں۔ جب عزیز کی بیوی کو ان باتوں کے متعلق معلوم ہوا تو اس وقت پھر اس نے کہا کہ ٹھیک ہے تم بھی اپنی مہارتیں استعمال کر کے اور اپنا جادو چلا کر دیکھ لو یہ شخص کسی کے قابو میں نہیں آئے گا۔ یہ عام مفہوم ہے جو مختلف مفسرین کی جانب سے بیان کیا گیا ہے۔

بعض قدیم اور جدید اہلِ علم نے ان آیات کی تفسیر میں ایک اور بات بیان کی ہے کہ یوسف علیہ السلام جب ان عورتوں کے سامنے آئے تو ان سب نے بھی ڈورے ڈالنے کی کوشش کی، لیکن یوسف علیہ السلام نے ان میں سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ یہ ساری عورتیں بھی یقیناً بہت بن سنور کر آئی ہوں گی اور انھوں نے بہت زیادہ اہتمام کیا ہوگا، جیسا کہ آج بھی شادی بیاہ اور مختلف قسم کے دعوتی پروگراموں میں بعض عورتیں بہت زیادہ بناؤ سنگھار کر کے گھروں سے نکلتی ہیں۔ گھروں میں خاوندوں کے سامنے ان کی حالت عجیب ہوتی ہے لیکن دعوتی پروگراموں، دفاتر اور

بازار جاتے وقت بھر پور تیاری کی جاتی ہے۔ بہرحال اس موقع پر تو خاص طور پر عورتوں میں مقابلہ تھا کہ کون ہے جو یوسف علیہ السلام کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام نے تو ان میں سے کسی کی طرف توجہ ہی نہیں دی اور عزیز کی بیوی کی طرح وہ بھی ناکام ہیں تو انھوں نے دھمکی دی کہ اگر تو ہماری طرف مائل نہ ہوا تو ہم اپنے ہاتھ کاٹ لیں گی اور خود کشی کر لیں گی۔

کسی کے دل میں نرمی پیدا کرنے کے لیے یہ دھمکی والا انداز عام چلتا ہے۔ ان عورتوں کے دل میں بھی یہی تھا کہ شاید اس طرح یوسف علیہ السلام تھوڑی نرمی اختیار کر لیں اور یہ سوچ لیں کہ کہیں یہ عورتیں واقعتاً خود کو نقصان پہنچانے کی سطح پر نہ پہنچ جائیں، اس لیے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ ہی لیا جائے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ ان عورتوں کی طرف سے محض یہ دھمکی ہی نہیں تھی بلکہ عملی طور پر کچھ عورتوں نے اپنے ہاتھوں پر چھریاں چلالیں۔ اس آیت کی یہ تفسیر اگرچہ تھوڑے مفسرین نے کی ہے لیکن اس سے وہ حقائق زیادہ بہتر طریقے سے واضح ہوتے ہیں جنھیں اللہ کا قرآن بیان کر رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ ﴾ ''اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید زیادہ پسند ہے۔'' اس کا مطلب ہے کہ دعوت دینے والی اکیلی عزیز کی بیوی نہیں تھی بلکہ ساری عورتیں ہی اس مصیبت میں پڑی ہوئی تھیں اور مکر کر رہی تھیں۔ ادھر یوسف علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کر رہے ہیں کہ میں ایک عورت سے بچا ہوں تو یہ ساری عورتیں میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔

اس آیت اور دلیل کو سامنے رکھا جائے تو یہ مفہوم اور زیادہ واضح ہوتا ہے کہ ساری عورتیں ہی برائی میں مبتلا ہونے کے لیے تیار تھیں۔ یہاں سے پتا چلتا ہے کہ وہاں کا کلچر ہی انتہائی غلط تھا، گناہ عام تھا اور بے حیائی و بدکاری کو وہ لوگ بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کے لیے کوشش کرنے کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک پوری تہذیب ہے جو واضح ہو رہی ہے کہ وہاں کی عورتوں کی سوچ کیا تھی اور مردوں کی حالت کیا تھی؟ حکمران عام لوگوں کے لیے دلیل ہوتے ہیں لیکن جب عزیزِ مصر ساری حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی صرف یہ کہہ کر صرفِ نظر کر جائے کہ یوسف! تو نے کسی سے یہ بات نہیں کرنی تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں کا معاشرتی ماحول ہی اس قسم کا تھا کہ وہ اپنے گھروں میں پائی جانے والی خرابیوں کی اصلاح کرنے والے نہیں تھے۔ آج کا مغربی معاشرہ بالکل انھی حالات کی تصویر پیش کر رہا ہے۔ اسی طرح ہمارے معاشروں میں بھی جنھیں اونچے طبقے کے لوگ سمجھا جاتا ہے ان میں بھی یہ خرابیاں بہت زیادہ پیدا ہو گئی ہیں۔ والدین کو جرأت نہیں ہے کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو غیر محرم عورتوں اور مردوں سے ملنے جلنے سے روک سکیں۔ جب مسلمان ملکوں و معاشروں میں یہ خرابیاں دکھائی دے رہی ہیں تو اس دور کا مصر جہاں کوئی اصلاح

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی، پس ان (عورتوں) کے فریب کو ان سے دور کر دیا، بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے ﴿34﴾

کرنے والا نہیں تھا وہاں بے حیائی کس قدر زیادہ ہو گی۔

یہ سارا واقعہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کی ہے کہ معاشروں میں بے حیائی اور فحاشی کس طرح پھیلتی ہے اور بگاڑ کس طرح عام ہوتا ہے۔ دوسرا بڑا مقصد اس واقعہ کے بیان کرنے کا یوسف علیہ السلام کے کردار کو اجاگر کرنا ہے کہ بے حیائی و بدکاری کے اس ماحول میں انھوں نے اپنے ایمان اور عزت کو کس طریقے سے محفوظ رکھا۔ والدین ساتھ ہوں تو بندہ سمجھتا ہے کہ میرے ماں باپ کی عزت نہیں رہے گی اور خاندان بدنام ہو جائے گا لیکن یہاں ایسی کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ یوسف علیہ السلام ایک گھر میں غلام کی حیثیت سے ہیں اور برائی کا سازگار ماحول ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے خود کو گناہ سے بچانے کا ہر حربہ اختیار کیا ہے۔ اللہ رب العالمین یہ شان دار کردار واضح کر کے امتِ مسلمہ کی تربیت کر رہے ہیں کہ تم نے بھی اسی طرح گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنے کی کوشش کرنی ہے۔

یوسف علیہ السلام کا پاکیزہ کردار ہر مسلمان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کے قصے پر ہی بعض ایسی کتابیں لکھی گئیں اور ڈرامے بنائے گئے ہیں جن کا مقصد سراسر بے حیائی پھیلانا ہے۔ لوگ ان قصوں کو بہت غور سے سنتے ہیں۔ خاص طور پر دیہاتوں میں لوگ ان چیزوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ یوسف علیہ السلام کے قصہ کو ہیر رانجھے کی طرز پر پیش کرتے ہیں اور اس پر شعر و شاعری کی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ باتیں قطعی طور پر غلط ہیں۔ یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ ان کے حوالے سے قرآن میں بیان کردہ قصے کو اپنے انداز میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اس سارے واقعہ کے ذریعے تو درحقیقت یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مصر کے اس اخلاق سے عاری معاشرے میں بھی یوسف علیہ السلام نے اپنی عزت کا تحفظ کیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر لیں لیکن اپنی پاک دامنی پر آنچ نہیں آنے دی۔ اللہ رب العالمین اس دور کے کلچر کی خرابیاں واضح کر کے امتِ مسلمہ کی اصلاح کر رہے ہیں کہ انھیں اپنے گھروں، خاندانوں اور معاشروں کو ان خرابیوں سے کس طرح محفوظ رکھنا ہے۔

آیت 34 ﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ . . . :﴾ یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے اللہ رب العالمین سے مدد طلب کی تو رب تعالیٰ نے بھی انھیں بچا لیا۔ خالقِ کائنات نے انھیں عزیزِ مصر کی بیوی کے دام فریب میں نہیں آنے دیا اور مصر کی دوسری عورتوں کے شر سے بھی محفوظ رکھا۔ اس دوران معاشرے میں ان کی عزت و شہرت یوں معروف ہوئی کہ وہ ایک معزز و محترم نوجوان ہیں جو اپنی عزت کے محافظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ؃۳۵

پھر (یوسف کی پاکدامنی کی) بہت سی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی ان کو یہی سمجھ آئی کہ انھیں کچھ وقت کے لیے لازماً جیل میں ڈال دیں ﴿35﴾

انھیں گناہوں سے بچایا بلکہ اس سے وابستہ جو بے حیائی کی تہمت لگ سکتی تھی اور پروپیگنڈے ہو سکتے تھے ان سے بھی محفوظ رکھا۔ اللہ رب العزت اپنے مقرب بندوں کی عزتیں و عصمتیں محفوظ رکھتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے تو دشمن کی کوئی تدبیر بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

آیت 35 ﴿ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ . . .﴾: جب عزیزِ مصر اور عام لوگوں کے سامنے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی اور پاکدامنی کی سب نشانیاں واضح ہو گئیں اور عزیز کی بیوی اور دوسری عورتوں کا مکر و فریب کھل کر سامنے آ گیا تو فیصلہ یہ کیا گیا کہ مصلحت کے پیشِ نظر یوسف (علیہ السلام) کو کچھ وقت کے لیے قید میں ڈال دیا جائے۔ سچی بات ہے کہ اگر اس وقت کا معاشرہ صحیح ہوتا، وہاں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوتی اور فیصلے حق سچ کی بنیاد پر ہوتے تو اعلان یہ کیا جاتا کہ یوسف (علیہ السلام) سچے ہیں اور یہ عورتیں جھوٹی ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں نے عورتوں سے بے حیائی کا راستہ اختیار کرنے سے متعلق پوچھنا تک گوارا نہیں کیا اور یوسف علیہ السلام ہی کو قید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ گویا اس دور میں معاشرے کی اجتماعی حالت اتنی خراب تھی کہ انصاف نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور عدل کی بجائے ظلم تھا۔ حقیقت ہے کہ یہ صرف اللہ کے دین کی برکت ہے کہ جب کسی معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے تو وہاں عدل قائم ہوتا ہے اور لوگ ظلم سے محفوظ رہتے ہیں ورنہ جب یہ چیز نہ ہو تو پھر ظلم کے سلسلے ہی پروان چڑھتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کو ایک مدت تک گرفتار رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ کچھ دیر کے لیے یہ عزیز کی بیوی سے الگ رہیں گے تو معاشرے میں پھیلنے والی باتیں دب جائیں گی اور لوگ سمجھیں گے کہ اگر حکومت نے انھیں گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی نہ کوئی غلطی تو انھوں نے بھی کی ہو گی اور انھیں کسی گناہ کی وجہ سے ہی پکڑا گیا ہو گا۔ جو فیصلے عدل کی بنیاد پر نہیں ہوتے ان سے ایسے ہی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں اور اس کے پھر بہت زیادہ نقصانات ہوتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام کی گرفتاری کا فیصلہ ہوا تو اونچے طبقے کی عورتوں کے مکر و فریب کی وجہ سے بہت سارے گھروں میں یقیناً ایسی ہی صورتِ حال بن گئی ہو گی اور ان سب نے اپنے گھروں کے بارے میں ہونے والی باتوں سے خود کو بچانے کے لیے اس فیصلہ کی حمایت کی ہو گی۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضروری نہیں مجرم اور خطا کار لوگ ہی جیل جائیں، بعض اوقات بے گناہ

اور معصوم لوگوں کو بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑ سکتی ہیں۔ اس لیے محض جیل جانے سے کسی کا گناہ گار ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے تو جزع فزع کرنا اور شور نہیں مچانا چاہیے، صبر و استقامت کے ساتھ یہ مرحلہ بھی گزار لینا چاہیے کہ یقیناً اس میں بھی رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی نہ کوئی حکمت ہو گی۔ ممکن ہے اس وقت جیل جانا ہی بندے کے لیے بہتر ہو اور باہر رہ کر اس سے کوئی نافرمانی ہو سکتی ہو جس سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے دور کر دیا ہو۔ ایسے مواقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سکھائی گئی یہ دعا بھی زبان پر رہنی چاہیے: ((قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ)) [مسلم، کتاب القدر، باب في الأمر بالقوة ....: ٢٦٦٤، سنن ابن ماجه: ٧٩] ''جو اللہ نے تقدیر لکھی، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' یوسف علیہ السلام کو جیل میں ڈالنے کے بعد بادشاہ کے خواب کا تذکرہ بھی آگے آ رہا ہے۔